رفع تعارض میں اصولیین کے مناہج کا تقابلی جائزہ

A Comparative Analysis of Methodologies of Islamic Jurists (Usuliyeen) for Resolving Conflicts among Legal Evidences

رضوان یونس

لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات rizwanyounas@gmail.com

پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ وچیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ و عربیہ، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Shari'ah (Islamic law) is free from any kind of conflict among legal evidences (Adill'ah) to establish a harmonized and just society in this world. In the sources of Shari'ah, contradiction is found due to certian limitations on the part of jurists as a human being. To meet the issues of contradiction, four steps (Nasa'kh, Tarjeeh, Jamma, Tawaquf) are expressed by three prominent schools of Usuliyen with a specific sequence to reconcile the emerging differences in devine guidance extracted from primary sources of Shari'ah. Although, the Hanafi school first opts for abrogation (Naskh), failing which it goes for preference (Tarjih), and finally they try reconciliation (Jamah). If all of these are not possible, it abandons all the evidences presuming that the transmitters might have committed a mistake in understanging them. This study was carried out to comparatively analyse the methodologies adopted by Jurists in a handful way.

The basic cocept of taa'rud (Contradiction) is clarified with the help of definition from Islamic jurists. The article sheds a light on different methods to settle down the conflicts and contradictions from perspective of the views of different juristic schools of thought. The arguments and legal evidences have been analysed one by one to understand the approaches of jurists. The article concludes with the most preferable method of resolving conflict that we shall adopt the principle of "Bar'at-e-Asleyy'ah" in absence of any evidence to resolve the conflict emerging among two versus or traditons of Holy Prophet (SAWW), that is the practice of society before these contradicting commondments. Yet, there is crucial need to explore the topic through available resources that have made the communication of knowledge easy to researchers than ever before.

Key words: Jurists, Legal, Contradiction, Conflicts, Reconciliation.

اسلام وحی متلو اور وحی غیر متلو کے مجموعہ کا نام ہے۔ ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا حل وحی کی روشنی میں فقہائے اسلام نے پیش کیا اور دین اسلام کی ابدیت کو ثابت کیا۔ جب بھی ظاہری مفہوم کے اعتبار سے اگر احادیث میں کوئی تعارض پیدا ہونے لگا تو فقہاء نے ایسے اصول وضوابط قائم کر دیے جن کی روشنی میں تطبیق کا پہلو سامنے آنے لگا اور شکوک وشبہات کا ازالہ ہونے لگا۔ جملہ مجتہدین نے اپنے اپنے اصول اجتہاد ترتیب دیے۔ ہر سکول آف تھارٹ کا منہج واسلوب خاص اہمیت کا حامل ہے۔ فقہائے حنفیہ میں سے امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور پھر بعد میں امام سرخسیؒ اور امام طحاویؒ نے حنفی اصول اجتہاد کے تحت متعارضہ احادیث میں تطبیق دینے کی کوشش کی اور پھر یہی سلسلہ مبسوط، ھدایہ اور دوسری فقہ حنفی کی اہم کتب میں پایا جاتا ہے۔ آثار و روایات میں تعارض و ترجیح کا موضوع علمائے اصولیین کے نزدیک نہایت اہم موضوعات میں سے ہے۔ مجتہدین اور فقہاء کے منہج و اسلوب پر آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے جس کے ذریعے انہوں نے دو متساوی دلیلوں کے درمیان تعارض کو رفع کیا ہے۔

ائمہ دین کو اللہ تعالیٰ نے یہ خاص توفیق عنایت فرمائی کہ انہوں نے اپنے پیارے نبی آخر الزمان کے نہ صرف حالاتِ زندگی کو کتابوں میں محفوظ کیا بلکہ تعلیمات نبوی کی جزئیات کو یکجا کر دیا، اور اس کو غل وغش سے محفوظ رکھنے کے لیے باقاعدہ اسماء الرجال اور اصول حدیث کے قواعد مرتب کیے، جن کو "علم مصطلح الحدیث" کا نام دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے مبارک دور میں اگرچہ یہ علم مدون نہ تھا لیکن اس کی بنیاد پورے طور پر موجود تھی۔ انہی بنیادوں پر بعد میں اصول حدیث مدون ہوئے۔ محدثین نے اس کے ہر پہلو پر پوری تفصیل کے ساتھ بحث فرمائی۔ اس علم میں ابن الصلاحؒ کی کتاب "علوم الحدیث" قابل ذکر ہے جو کہ علوم الحدیث کی 63 انواع پر مشتمل ہے۔ ان کے بعد علامہ نوویؒ نے التقریب لکھی اور علامہ سیوطیؒ نے تقریب کی شرح کرتے ہوئے 93 اقسام کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے ہر نوع ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے اور ان میں سے بعض انواع پر محدثین نے باقاعدہ کتب لکھیں ان میں سے ایک نوع علم مختلف الحدیث ہے، جو کہ علوم الحدیث کا ایک انتہائی اہم علم ہے۔ جس میں حدیث کے باہمی تعارض وتناقض کی حقیقت، اسباب، شروط اور ان کو حل کرنے کے طریقے بیان کیے جاتے ہیں۔ جس طرح قرآن وحی الٰہی ہے اسی طرح حدیث بھی وحی ہے اور وحی الٰہی میں حقیقی تعارض محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا"[1] (اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے (بھیجا گیا) ہوتا تو ضرور پاتے اس میں اختلاف کثیر)، بسا اوقات آیت اور حدیث یا دو حدیثوں میں ظاہری طور پر تعارض نظر آتا ہے یہ ظاہری تعارض دیکھنے والے کی عقل کا قصور تو ہو سکتا ہے جب کہ وحی الٰہی اس تعارض سے مبرا ہے پھر بھی اس ظاہری تعارض کو حل کرنے کے لیے محدثین وفقہاء نے مستقل کتب تحریر فرمائیں ہیں۔ ان میں امام شافعیؒ کی کتاب اختلاف الحدیث، ابن قتیبہؒ کی تاویل مختلف الحدیث اور امام ابو جعفر الطحاویؒ کی مشکل الآثار سر فہرست ہیں۔ اس کے علاوہ الدکتور محمد الحفناوی نے التعارض والترجيح عندالأصوليين اور الدکتورسید صالح عوض نے التعارض والترجيح کے نام سے کتاب لکھی۔ ان کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اس موضوع پر ضمناً یا تفصیلاً بہت کچھ لکھا ہے۔ تعارض سے کیا مراد ہے؟ سب سے پہلے اس کا معنی ومفہوم بیان کیا جاتا ہے:

تعارض تفاعل کے باب سے ہے۔ باب تفاعل دو یا دو سے زیادہ اشیاء کے درمیان مشارکت پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ عرض سے مشتق ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: "عارض الشيئ بالشيئ معارضة. قابله، وعارضت كتابي بكتابه أي قابلته وفلان يعارضني أي يباريني"[2]

ترجمہ: اس نے ایک شی کو دوسری شی کے مقابلے میں رکھا۔ اور میں نے اپنی کتاب کو اس کی کتاب کے مقابلے میں پیش کیا، اور فلاں نے میرے ساتھ مقابلہ کیا۔

اسی طرح شمس الائمہ فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں: "معنى المعارضة لغة: الممانعة على سبيل المقابلة"[3] معارضت کا لغوی معنی ہے ایسی ممانعت جو مقابلہ کی بنا پر ہو۔

تعارض کی اصطلاحی تعریف امام قاضی صدر الشریعۃؒ نے ان الفاظ میں کی ہے:

"تعارض الدليلين: كونهما بحيث يقتضي أحدهما ثبوت أمر والآخر انتفاؤه"[4]

ترجمہ: تعارض سے مراد یہ ہے کہ دو دلیلوں میں سے ایک کسی حکم کو ثابت کرے تو دوسری اس کی نفی کرے۔

بعض اوقات ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ تعارض، قرأت اور قرأت کے درمیان تعارض، سنت اور سنت کے درمیان تعارض، آیت اور سنت متواترہ یا مشہورہ کے درمیان تعارض پایا جاتا ہے۔

تعارض کو دور کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ مثلاً نفس دلیل پر غور و فکر کے ذریعے تعارض کو دور کیا جاسکتا ہے۔ ثابت شدہ حکم پر غور کے ذریعے بھی تعارض کو دور کیا جاسکتا ہے۔ حال کا اعتبار کرتے ہوئے بھی تعارض کو دور کیا جا سکتا ہے۔ شرعی دلیل کے ذریعے تاریخ کا علم بھی تعارض کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ قرائن کے ذریعے بھی تاریخ کا علم تعارض کو دور کرنے میں معاون ہو سکتا ہے۔

درحقیقت ادلہ شرعیہ کے درمیان تعارض ممکن ہی نہیں، لیکن بعض اوقات ان میں جو ظاہری تعارض پایا جاتا ہے وہ مجتہد کی نظر اور غور و فکر کے نقص اور کمی کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ظاہری تعارض کو دور کرنے اور ادلہ متعارضہ کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کے لیے علماء نے مختلف مناہج اختیار کیے ہیں اور مختلف اصول وضع کر کے احکام کا استنباط کیا ہے۔ رفع تعارض میں علماء کے کیا اصول ہیں اور کون سے مناہج ہیں؟ اس بارے میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے مختلف مذاہب ہیں جن میں سے تین مشہور مذاہب یہ ہیں:

جمہور علماء کا مذہب:

جمہور علماء کے مذہب میں سوائے احناف کے تمام فقہائے مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ اور ظاہریہ شامل ہیں جن میں سے علامہ ابن سبکی، ابن حزم الظاہری، امام شوکانی، امام بیضاوی اور علامہ اسنوی وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ اس مذہب کے اصول اور منہج کی وضاحت مندرجہ ذیل اقوال سے ہو جاتی ہے: امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

"ومن شروط الترجيح التي لا بد من اعتبارها أن لا يمكن الجمع بين المتعارضين بوجه مقبول، فإن أمكن ذلك تعين المصير إليه ولم يجز المصير إلى الترجيح"[5]

ترجمہ: ترجیح کی شرائط میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ متعارض دلائل کو کسی بھی مقبول وجہ کے ذریعے جمع کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اگر جمع کرنا ممکن ہو جائے تو پھر جمع کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا اور ایسی صورت میں ترجیح کی طرف رخ کرنا جائز نہیں ہو گا۔

امام بیضاویؒ متعارضہ دلائل کو جمع کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں: "وإذا تعارض نصان فالعمل بهما من وجه أولى"[6]

ترجمہ: اور جب دو نصوص باہم متعارض ہوں تو من وجہ دونوں کو جمع کر کے ان پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

ابن حزم الظاہری بھی جمہور علماء کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إذا تعارض الحديثان أو الايتان أو اية وحديث ففرض على كل مسلم استعمال كل ذلك، لأنه ليس بعض ذلك أولى من بعض،ولا حديث بأوجب من حديث آخر،ولا آية بأولى بالطاعة لها من آية أخرى، وكل من عند الله عز وجل، وكل سواء في باب وجوب الطاعة"[7]

ترجمہ: جب دو احادیث یا دو آیات یا ایک آیت اور ایک حدیث کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ہر دلیل پر عمل کرے، کیونکہ کوئی بھی دلیل دوسری دلیل سے بہتر نہیں ہے۔ اور کوئی حدیث دوسری حدیث سے افضل نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی آیت اطاعت کے اعتبار سے دوسری آیت سے اعلیٰ ہے، ہر ایک اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اور تمام اطاعت کے اعتبار سے برابر ہیں۔

علامہ ابن سبکیؒ لکھتے ہیں:

"وصحح ان العمل بالمتعارضين- ولو من وجه أولى وهذا إنما يكون بعد الجمع بينهما، لا بمجرد كونهما متعارضين، ولو مع بقاء التعارض بينهما، فإنه غير ممكن، إذ لم يقل به أحد من الأصوليين فيما أعلم، فإن تعذر:أي ما تقدم من الجمع والترجيح وعلم المتأخرفهو ناسخ،وإلا يعلم المتأخر منهما رجع إلى غيرهما"[8]

ترجمہ: اور صحیح یہ ہے کہ دونوں متعارض دلائل پر عمل کرنا ہی افضل ہے اگرچہ من وجہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور عمل یہ دونوں دلائل کو جمع کرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے، نہ کہ صرف دونوں دلائل کے متعارض ہونے کی بنا پر۔ اور اگر دلائل کے درمیان تعارض باقی ہونے کے باوجود عمل کیا جائے تو یہ ناممکن ہے، کیونکہ اصولیین میں سے کسی سے بھی ایسا قول معروف نہیں ہے۔ لہذا اگر جمع اور ترجیح دونوں ناممکن ہوں اور متاخر کا علم ہو جائے تو وہ ناسخ ہو گا۔ اور اگر متاخر کا علم بھی نہ ہو سکے تو ان دونوں کے علاوہ کسی اور دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

محمد ابراہیم الحفناوی رفع تعارض میں جمہور علماء کے منہج کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اولا: الجمع بين المتعارضين بأي نوع من أنواع الجمع. حيث أن العمل بهما ولو من وجه أولى من اسقاط أحدهما بالكلية.

ثانيا: الترجيح: أي تفضيل أحدهما على معارضة الآخر. وذلك عند تعذر الجمع بين المتعارضين.

ثالثا: إن تعذر على المجتهد الجمع والترجيح ينظر في تاريخ الدليلين المتعارضين فإن عرفه فإنه حينئذ ينسخ المتأخر المتقدم.

رابعا: الحكم بسقوط الدليلين المتعارضين عند تعذر معرفة التاريخ، أو عند العلم بتقارن الدليلين مع عدم إمكان الجمع والترجيح. ثم بعد ذلك يكون الرجوع إلى البرأة الأصلية[9]

اول: متعارض دلائل کو جمع کی انواع میں سے کسی نوع کے ساتھ اس طرح جمع کیا جائے گا کہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو جائے اگرچہ وہ عمل من وجہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ دونوں پر عمل کرنا کسی ایک دلیل کو کلیۃً ساقط کر دینے سے بہتر ہے۔

دوم: ترجیح دینا، یعنی کسی ایک دلیل کو دوسری دلیل پر فوقیت دینا۔ اور یہ ترجیح تب دی جائے گی جب دلائل کو جمع کرنا متعذر ہو جائے۔

سوم: نسخ کرنا، یعنی اگر مجتہد کے لیے جمع اور ترجیح ممکن نہ رہے تو وہ دونوں دلیلوں کی تاریخ میں غور وفکر کرے گا، اگر تاریخ معلوم ہو جائے تو متأخر دلیل، متقدم کے لیے ناسخ بن جائے گی۔

چہارم: سقوط دلیلین کا حکم، یعنی جب متعارض دلائل کی تاریخ کا علم بھی نہ ہو سکے اور نہ ہی جمع وترجیح ممکن ہو تو دونوں دلیلوں کے سقوط کا حکم لگایا جائے گا۔ پھر اس کے بعد برأت اصلیہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں جمہور علماء کے نزدیک رفع تعارض کے طرق اور مناہج کی ترتیب اس طرح ہو گی:

1 جمع وتوفیق: سب سے پہلے دو متعارض دلائل کو جمع کرنے کی کوشش کی جائے گی کیونکہ دونوں دلائل پر عمل کرنا ان میں سے کسی ایک کو ساقط کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ دلائل کے اعتبار سے اصل چیز اعمال (یعنی دونوں دلائل پر عمل کرنا) ہے۔ اور اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ دونوں متعارض دلائل عام ہوں یا خاص، یا ایک دلیل عام ہو اور دوسری خاص۔

2 ترجیح: ایک دلیل کو دوسری پر ترجیح دی جائے گی، یعنی اگر متعارض دلائل کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو اگر ترجیح کے اسباب میں سے کوئی سبب پایا جائے تو مجتہد ایک دلیل کو دوسری دلیل پر ترجیح دے گا۔ ترجیح کے اسباب کثیر ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے ترجیح کی سات اقسام بیان کی ہیں اور پھر ہر نوع کے تحت کئی وجوہ کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

راوی کی حالت کے اعتبار سے ترجیح، اخذ حدیث کے اعتبار سے ترجیح، روایت کی کیفیت کے اعتبار سے ترجیح، خبر کے الفاظ کے اعتبار سے ترجیح، حکم کے اعتبار سے ترجیح اور خارجی امور کے اعتبار سے ترجیح وغیرہ۔

3 نسخ: اگر دو دلائل کو جمع کرنا اور کسی ایک کو ترجیح دینا بھی ممکن نہ ہو تو مجتہد ان کی تاریخ میں غور وفکر کرے گا، اگر تاریخ معلوم ہو جائے تو متأخر دلیل کے ذریعے متقدم دلیل کو منسوخ کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ ذات جو شارع اور حکیم ہے اس کی جانب سے (بظاہر متعارض) دونوں دلائل کو ایک ہی وقت میں رد کرنا ممکن نہیں۔

4 تساقط دلیلین: یعنی دونوں متعارض دلائل کے ساقط ہو جانے کا حکم لگا دینا۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب جمع، ترجیح اور نسخ کرنا مشکل ہو جائے تو دونوں دلیلوں پر عمل ترک کر دیا جائے گا۔ اور ان کے علاوہ دیگر دلائل میں سے کسی دلیل کی طرف رجوع کیا جائے

گا۔ اگر ادنیٰ دلیل مل جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ بصورت دیگر برأت اصلیہ کا حکم لگایا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ گویا کہ دونوں دلائل موجود ہی نہیں ہیں۔

بعض علماء سقوط کی بجائے تخییر کے قائل ہیں جیسا کہ امام سبکی لکھتے ہیں:

"وذهب بعض العلماء إلى التخيير بدل السقوط إن كان الدليلان مما يمكن فيه التخيير،وإلا يحكم بالسقوط والبراءة الأصلية"[10]

ترجمہ: بعض علماء سقوط کی بجائے تخییر کے قائل ہیں، بشرطیکہ دونوں دلائل ایسے ہوں جن میں تخییر ممکن ہو، ورنہ دونوں کے سقوط کا حکم لگایا جائے گا اور برأت اصلیہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

الامثلہ: جمہور علماء کے منہج کے مطابق متعارض دلائل کے درمیان تعارض کو رفع کرتے ہوئے مندرجہ ذیل چند روایات کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے:

پہلی مثال:ان النبي قال:لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ببول ولا غائط[11]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ ہی پشت کر کے بیٹھو۔

یہ حدیث قولی مندرجہ ذیل حدیث فعلی کے ساتھ متعارض ہے:

"قال عبد الله ولقد رقيت على ظهر بيت فرأيت رسول الله ﷺ قاعدا على لبنتين مستقبلا بيت المقدس لحاجته"[12]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے گھر کے پیچھے جھانک کر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے دو پتھروں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور رخ بیت المقدس کی جانب ہے۔

یہ دونوں احادیث باہم متعارض ہیں، علمائے کرام نے دونوں کو جمع کرتے ہوئے تعارض کو اس طرح دور کیا ہے کہ قبلہ کی طرف استقبال واستدبار سے جو نہی ہے اس کو محمول کیا ہے ایسی صورت پر جب کوئی کسی صحرا اور کھلے میدان میں ہو۔ اور وہ حدیث جس میں استقبال قبلہ اور استدبار کے جواز کا حکم ہے اس کو محمول کیا ہے ایسی صورت پر جب کوئی گھر یا چار دیواری میں ہو، تو اس وقت ایسا کرنا جائز ہو گا۔

دوسری مثال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

"قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ "[13]

ترجمہ: آپ فرمائیے میں نہیں پاتا اس (کتاب) میں جو وحی کی گئی ہے میری طرف کوئی چیز حرام کھانے والے پر جو کھاتا ہے اس مگر یہ کہ مردار ہو یا (رگوں کا) بہتا ہوا خون یا سؤر کا گوشت کیونکہ وہ سخت گندہ ہے۔

اس آیت کے معارض مندرجہ ذیل حدیث ہے:

"أنه نهى عن أكل كل ذي ناب من السباع، وكل ذي مخلب من الطير"[14]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ہر داڑھوں والے درندے اور ہر پنجوں والے شکاری پرندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

مذکورہ آیت صرف ان چیزوں کی حرمت پر دلالت کرتی ہے جو اس میں مذکور ہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے علاوہ ہر چیز حلال ہے۔ جس میں تمام درندے اور شکاری پرندے بھی شامل ہیں۔ جبکہ حدیث میں ان کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا دونوں دلائل باہم متعارض ہوئے۔ اکثر علماء حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کو آیت پر مقدم کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ آیت کے عموم سے حدیث میں مذکورہ چیزوں کو خاص کر کے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔[15] جبکہ علماء کی ایک جماعت دونوں متعارض دلائل کے درمیان تطبیق پیدا کرتے ہوئے دونوں کو جمع کیا ہے۔ وہ آیت کو حال پر محمول کرتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے محمد ﷺ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ ابھی میں کھانے کی کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے ان چیزوں کے جو تمہیں بیان کر دیے گئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو الہام کر دیا کہ ان کو یہ بات بھی پہنچا دیں کہ ہر داڑھوں کا درندہ اور پنجوں سے شکار کرنے والا پرندہ بھی حرام ہے۔ اس طرح سے دونوں دلائل میں تطبیق کرتے ہوئے ان کو جمع کیا جائے گا۔[16]

تیسری مثال: اسی طرح وہ روایات بھی باہم متعارض ہیں جو آپ ﷺ کے حضرت میمونہؓ کے ساتھ نکاح کے بارے میں ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا یا حلت میں۔

"عن يزيد بن الاصم: أن رسول الله ﷺ تزوج ميمونة وهو حلال"[17]

ترجمہ: یزید بن اصمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا اس حال میں کہ آپ احرام کے بغیر تھے۔

"قال ابن عباس:تزوجها وهو محرم"[18] حضرت عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔

ان دونوں روایات کو جمع نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ دونوں حالتیں ایک دوسرے کے منافی ہیں، آپ ﷺ بیک وقت یا تو احرام کی حالت میں ہونگے یا پھر احرام کے بغیر۔ جمہور علماء نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ وہ صاحب قصہ کی روایت ہے اور وہ معاملہ بھی آپؐ کے ساتھ ہی ہوا تھا۔ جبکہ علمائے حنفیہ دوسری روایت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس کے راوی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ہیں، اور وہ پہلی حدیث کے راوی سے زیادہ اور قوی حافظہ کے مالک ہیں۔

چوتھی مثال: اسی طرح متوفیٰ عنھا عورت کی عدت کے بارے میں دو آیات باہم متعارض ہیں:

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ"[19]

ترجمہ: اور جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں تم میں سے اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں (انہیں چاہئے کہ) وصیت کر جایا کریں اپنی بیویوں کے لیے کہ انہیں خرچ دیا جائے ایک سال تک (اور) نہ نکالا جائے (انہیں گھر سے)۔

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا"[20]

ترجمہ: اور جو لوگ فوت ہو جائیں تم میں سے اور چھوڑ جائیں بیویاں تو وہ بیویاں انتظار کریں چار مہینے اور دس دن۔

ایک آیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اس کی عدت ایک سال ہو گی۔ جبکہ دوسری آیت اس بات کی متقضی ہے کہ اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہو گی۔ ان دونوں آیات کو نہ تو جمع کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔ لہذا علماء نے یہاں نسخ کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کے لیے ناسخ ہے۔ [21]

علمائے حنفیہ کا مذہب

احناف کے مذہب میں جمہور علمائے حنفیہ مثلاً امام ابو حنیفہ، امام یوسف، امام محمد، امام صدر الشریعہ، امام ابن الھمام، امام طحاوی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے نزدیک دو دلیلوں میں بظاہر تعارض نظر آئے تو سب سے پہلے تاریخ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اسی منہج کو امام صدر الشریعہؒ نے التوضیح میں اس طرح ذکر کیا ہے:

"فإن علم التاريخ يكون المتأخر ناسخا للمتقدم وإلا يطلب المخلص أي يدفع المعارضة ويجمع بينهما ما أمكن ويسمى عملا بالشبهين فإن تيسر فيها وإلا يترك ويصار من الكتاب إلى السنة ومنها إلى القياس وأقوال الصحابة رضي الله تعالى عنهم إن أمكن ذلك وإلا يجب تقرير الأصل"[22]

ترجمہ: اگر تاریخ معلوم ہو جائے تو متأخر دلیل متقدم کے لیے ناسخ ہو جائے گی، ورنہ تعارض کو رفع کرنے کے لیے جہاں تک ممکن ہو سکے دونوں دلائل کو جمع کیا جائے گا اور اس جمع کو عمل بالشبہین کا نام دیا جائے گا بشرطیکہ ایسا کرنا آسان ہو، ورنہ ان پر عمل کو ترک کر دیا جائے گا اور اگر کتاب اللہ میں تعارض ہو تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا، اگر سنت میں تعارض ہو تو قیاس یا اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے گا جہاں تک ممکن ہو سکے۔ ورنہ تقریر اصول واجب ہو گا۔ (یعنی برأت اصلیہ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور اصل کا حکم لگایا جائے گا)۔

ابن ہمامؒ بھی صاحب التوضیح کے ساتھ متفق ہوتے ہوئے لکھتے ہیں:

حكمه: النسخ ان علم المتأخر والا فالترجيح ثم الجمع والا تركا الى ما دونهما على الترتيب.[23]

ترجمہ: تعارض کا حکم یہ ہے کہ اگر متأخر معلوم ہو جائے تو نسخ پر عمل کیا جائے گا، ورنہ ترجیح دی جائے گی اور پھر جمع کیا جائے گا، ورنہ دونوں دلیلوں پر عمل ترک کر کے بالترتیب ادنیٰ دلائل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

ماتقدم اقوال کی روشنی میں علمائے احناف کے اصول اور منہج کی ترتیب اس طرح ہو گی:

1 نسخ: احناف کے نزدیک رفع تعارض کا پہلا اصول نسخ ہے، یعنی جب دو دلیلوں کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو ان کی تاریخ میں غور و فکر کیا جائے گا، اگر ان کی تاریخ معلوم ہو جائے تو متأخر دلیل متقدم دلیل کی ناسخ ہو گی۔ بشرطیکہ دونوں متعارض دلیلیں قوت میں برابر ہوں۔

2 ترجیح: اگر تاریخ معلوم نہ ہو سکے تو پھر ترجیح کی وجوہات میں غور و فکر کیا جائے گا، اگر کسی دلیل میں کوئی فضیلت یا ترجیح کا کوئی سبب پایا جائے تو راجح دلیل کو مرجوح دلیل پر فوقیت دی جائے گی۔ خواہ وہ فضیلت وصف کے اعتبار سے ہو (مثلاً اس روایت

کاراوی فقیہ ہو) ، یاوہ فضیلت کسی اور اعتبار سے ہو (مثلاایک خبر متواتر ہو اور دوسری خبر واحد ہو)۔

3 جمع وتوفیق: اوراگر مرجِح (وجہ ترجیح) بھی نہ پایا جائے اور نہ ہی تاریخ معلوم ہو سکے تو جہاں تک ممکن ہو سکے دونوں کو جمع کیا جائے

گا۔ کیونکہ دو دلیلیں جن میں سے کسی ایک کو دوسری پر کوئی فضیلت نہیں ان کو جمع کر کے دونوں پر عمل کر لینا افضل ہے بجائے اس کے کہ دونوں کو یاان میں سے کسی ایک کو ترک کر دیا جائے۔

4 تساقط دلیلین: اور اگر مذکورہ بالا تمام طریقے (نسخ، ترجیح اور جمع) پر عمل ممکن نہ ہو سکے تو دونوں دلیلیں ساقط ہو جائیں گی اور ان پر عمل ترک کر دیا جائے گا اور پھر جو دلیل رتبہ کے اعتبار سے دونوں متعارض دلائل سے کم تر اور ادنیٰ ہو گی اس کی طرف استدلال کے لیے رجوع کیا جائے گا۔ جس کی صورتیں اس طرح ہوں گی:

ادنیٰ دلیل کی طرف رجوع کی صورتیں

پہلی صورت (تعارض آیات... ورجوع الی السنۃ) اگر دو آیات باہم متعارض ہوں تو ایسی صورت میں دونوں ساقط ہو جائیں گی اور جو دلیل ان سے کم درجہ کی ہو گی (یعنی سنت)، تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ مثال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ"[24] جبکہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"[25] پہلی آیت نماز میں مطلق قرأت کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ دوسری آیت امام کے پیچھے قرأت کرنے کی بجائے مقتدی کے لیے خاموش رہنے پر دلالت کرتی ہے۔ ظاہری طور پر یہ دونوں آیات متعارض ہیں لیکن جب ہم نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارک کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس کی وضاحت مل جاتی ہے:

"من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة"[26] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہو گی اسی وجہ سے علمائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں، یعنی مقتدی کے لیے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسری صورت (تعارض سنتین ورجوع الی القیاس) اگر دو سنتیں باہم متعارض ہوں تو دونوں پر عمل ترک کر دیا جائے گا اور اس دلیل پر عمل کیا جائے گا جو ان دونوں سے ادنیٰ اور کم درجہ کی ہو گی، یعنی قیاس پر یا اقوال صحابہ پر عمل کیا جائے گا۔ قیاس کو مقدم کیا جائے یا اقوال صحابہ کو؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

مثال: رجوع الی القیاس: وہ حدیث پاک جس کو حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے روایت کیا ہے:

"عن عبد الله بن عمرو، قال: انكسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ، فقام رسول الله ﷺ،لم يكد يركع،ثم ركع، فلم يكد يرفع،ثم رفع، فلم يكد يسجد،ثم سجد،فلم يكد يرفع،ثم رفع،فلم يكد يسجد،ثم سجد، فلم يكد يرفع، ثم رفع، وفعل في الركعة الأخرى مثل ذلك"[27]

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی عہد مبارک میں سورج گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا (وہ قیام اتنا طویل تھا کہ) قریب نہیں تھا کہ آپ رکوع کریں گے، پھر آپ نے رکوع کیا (اتنا

طویل کہ) قریب نہیں تھا کہ آپ سر اٹھائیں گے، پھر آپ رکوع سے اٹھے (اتنا طویل قومہ کیا کہ) لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے، پھر آپ نے سجدہ کیا، (اتنا طویل کہ) سجدہ سے اٹھنے کا امکان نہیں تھا، پھر آپ نے سر اٹھایا(اور اتنا طویل بیٹھے کہ) دوسرے سجدے کا امکان نہ تھا، پھر آپ نے سجدہ کیا(اور وہ بھی اتنا طویل کہ) گمان تھا کہ آپ سر نہیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے دوسری رکعت میں بھی کیا۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کی نماز ادا فرمائی جس کی دو رکعتیں تھیں اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے تھے۔

اس حدیث سے علمائے حنفیہ نے استدلال کیا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک سورج گرہن کی نماز کی دو رکعات ہی ہیں اور ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔

جبکہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ نے روایت کیا ہے:

"عن ابن عباس وعائشة ﷺ أنهما قالا: كسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ فقام قياما طويلا نحوا من سورة البقرة، ثم ركع ركوعا طويلا، ثم رفع رأسه فقام قياما طويلا وهو دون القيام الأول، ثم ركع ركوعا طويلا وهو دون الركوع الأول"[28]

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے طویل قیام کیا جتنا کہ سورۂ بقرۃ کی تلاوت کی جاتی ہے، پھر آپ نے طویل رکوع کیا، پھر اپنے سر کو اٹھایا اور طویل قیام کیا جو پہلے والے قیام سے کم طویل تھا، پھر آپ نے طویل رکوع کیا جو پہلے والے رکوع سے کم طویل تھا۔

اس حدیث سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے، لہٰذا ان کے نزدیک سورج گرہن کی نماز کی دو رکعات ہیں اور ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا احادیث متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائیں گی اور نماز کسوف کو باقی نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم لگایا جائے گا کہ جس طرح تمام نمازوں کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوتے ہیں اسی طرح صلاۃ الکسوف کی ہر رکعت میں بھی ایک رکوع اور دو سجدوں ہونگے۔

مثال: رجوع الی قول الصحابی: وہ متعارض احادیث جن کے سقوط کے بعد اقوال صحابہ کی طرف رجوع کیا گیا ہے مندرجہ ذیل ہیں:

"عن عبد الله بن عمر: رأيت رسول الله إذا قام إلى الصلاة رفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة، وإذا كبر للركوع، وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك أيضاً"[29]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو نماز شروع کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے، اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو اسی طرح اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے تھے۔

اس کے معارض وہ حدیث مبارک ہے جس کو حضرت براء بن عازبؓ نے روایت کیا ہے:

"ورُوي من طريق البراء بن عازب: أن رسول الله ﷺ كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه إلى قريب من أذنيه ثم لا يعود"[30].

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں گوش مبارک کے برابر اپنے ہاتھ اٹھاتے پھر دوبارہ رفع یدین نہ فرماتے تھے۔

مذکورہ احادیث میں تعارض پایا جا رہا ہے۔ پہلی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین سنت ہے۔ جبکہ دوسری حدیث اس بات پر دالت کرتی ہے کہ رفع یدین سنت نہیں ہے۔

رفع یدین کے بارے میں ان کے علاوہ اور کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں جن کے درمیان باہمی تعارض پایا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ رفع یدین کے قائل ہیں، جبکہ احناف کے نزدیک رفع یدین سنت نہیں ہے، ان کے نزدیک رفع یدین والی احادیث منسوخ ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ پہلے رفع یدین فرمایا کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے ترک کر دیا۔ اور صحابہ کرامؓ کی وہ جماعت جنہوں نے اس کو روایت کیا ہے انہوں نے بھی رفع یدین ترک کر دیا تھا جیسا کہ ان کے عمل سے ثابت ہے۔

قول صحابی سے استدلال: مذکورہ بالا احادیث باہم متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہو جائیں گی، لہٰذا ایسی صورت میں مابعد دلیل یعنی قول صحابی کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا مندرجہ ذیل قول ہے:

"عن عبد الله بن مسعود ﷺ قال:أَلا أُصَلِّي بِكُمْ صَلاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلا مَرَّةً"[31]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی نماز نہ پڑھاوں، پس انہوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہ کیا سوائے ایک مرتبہ۔

عقلی دلیل: رفع یدین کے متعلق تمام روایات باہم متعارض ہونے کی وجہ سے رفع یدین کو ترک کر دینا ہی افضل ہے۔ کیونکہ اگر رفع یدین ثابت بھی ہو تو وہ سنت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر ثابت نہ ہو تو پھر وہ بدعت ہو گا۔ اور سنت پر عمل کرنے سے بدعت کو ترک کر دینا افضل ہے۔ کیونکہ رفع یدین کے ثبوت کے باوجود اس کو ترک کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جبکہ عدم ثبوت کے باوجود رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ایسے عمل میں مشغول ہونا لازم آتا ہے جو اعمالِ نماز میں سے نہیں ہے۔

تیسری صورت (تعارض قیاسین اور رفع تعارض) اگر دو قیاسوں کے درمیان تعارض آ جائے تو پھر دونوں قیاس ساقط نہیں ہوں گے بلکہ دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنا ہو گا۔ کیونکہ قیاس کے بعد کوئی ایسی حجت نہیں ہے جس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ کسی ایک قیاس کو اختیار کیسے کیا جائے گا؟ اس کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اگر دونوں قیاسوں میں سے کسی ایک میں کوئی وجہ ترجیح یا کوئی فضیلت پائی جائے مثلاً وہ قیاس جس کی علت منصوص علیہ ہو وہ قطعی ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں ایسا قیاس جس کی علت منصوص علیہ نہ ہو وہ ظنی ہوتا ہے، تو قطعی قیاس کو ظنی قیاس پر

ترجیح دی جائے گی۔ اسی طرح وہ قیاس جس کو قرآن وسنت سے اشارۃً بھی تائید حاصل ہو جائے تو اس قیاس کو دوسرے قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔ اور راجح قیاس پر عمل کیا جائے گا اور مرجوح قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

دوسری حالت: اگر دونوں قیاسوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو پھر جمہور علماء کے نزدیک مجتہد کو اختیار حاصل ہو گا کہ وہ کسی بھی ایک قیاس کو اختیار کر لے اور اس پر عمل کرے۔ جبکہ احناف کے نزدیک مجتہد پہلے تحری (غور وفکر) کرے گا اور استفتائے قلب کے بعد کسی ایک قیاس کو اختیار کر کے اس پر عمل کرے گا۔ اگرچہ وہ غلطی پر ہو، کیونکہ مجتہد اگر غلطی پر ہو تب بھی اسے اجر دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:"وإن لم يجد مرجحا في أحدهما، فإنه يكون مخيرا في العمل بأيهما شاء، وإن أخطأ فإنه يكون معذورا"[32]

ترجمہ: اگر دونوں میں کوئی مرجح نہ پائے تو اسے (مجتہد) کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پہ چاہے عمل کر لے، اگرچہ ہو غلطی پر ہو۔ کیونکہ مجتہد مرفوع القلم ہوتا ہے۔

مثال: جب دو قیاس متعارض ہوں تو کسی ایک قیاس کا انتخاب

اس کی مثال دو کپڑوں کا مسئلہ ہے کہ ایک شخص کے پاس دو کپڑے ہوں جن میں سے ایک پاک ہو اور دوسرا ناپاک۔ اور اسے معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کون سا کپڑا پاک ہے اور کون سا ناپاک؟ اور نہ تو اس کے پاس کوئی اور پاک کپڑا ہو جس میں وہ نماز پڑھ سکے اور نہ ہی اس کے پاس پانی ہو جس سے وہ دونوں کپڑوں کو دھو سکے۔ تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ تحری کرے۔ یعنی وہ دونوں قیاسوں میں غور وفکر کرے اور جس کپڑے پر اس کا دل مطمئن ہو جائے تو اسی کو اختیار کر لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندۂ مؤمن کو نورِ فراست عطا کر رکھا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اتقوا فراسة المؤمن، فإنه ينظر بنور الله[33] یعنی مومن کی فراست سے بچو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

چوتھی صورت (برأت اصلیہ): جب دو آیات یا احادیث متعارض آجائیں اور مجتہد کو ان سے ادنیٰ اور کم تر دلیل نہ ملے، یا مل تو جائے لیکن وہ بھی متعارض ہو تو پھر برأت اصلیہ کا حکم لگایا جائے گا، یعنی دونوں متعارض دلیلیں ساقط ہو جائیں گی اور جو حکم دونوں دلائل کے وارد ہونے سے پہلے تھا اسی حکم پر عمل کیا جائے گا۔[34]

مثال: اس صورت کو سمجھنے کے لیے یہ مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پالتو گدھے کا جوٹھا پانی پاک ہے یا نجس؟ اور اگر اس پانی سے کوئی وضو کر لے تو اس کا وضو درست ہو گا یا نہیں؟

اس مسئلہ میں ان احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں پالتو گدھوں کے گوشت کی حلت وحرمت کا ذکر آیا ہے، کیونکہ لعاب بھی گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے لہٰذا جو احادیث پالتو گدھوں کے گوشت کی حلت کے بارے میں ہیں وہ لازمی طور پر ان کے جوٹھے پانی کے پاک ہونے اور اس سے وضو کے صحیح ہونے پر بھی دلالت کرتی ہیں۔ اور جو احادیث ان کے گوشت کی حرمت کے بارے میں مروی ہیں وہ ان کے جوٹھے پانی کے نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

جیسا کہ غالب بن ابجرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میرے پاس ان گدھوں کے سوا کوئی مال نہیں بچا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُلْ مِنْ سَمِينِ مَالِكَ، وَأَطْعِمْ أَهْلَكَ[35] اپنے اس مال سے خود بھی کھا اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلا۔ یعنی آپ ﷺ نے غالب بن ابجرؓ کے لیے گدھوں کا گوشت مباح کیا۔

یہ روایت اس دوسری روایت کے مخالف ہے: حرّمه في يوم خيبر لحومَ الحمر الأهلية[36] آپ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

پہلی حدیث پالتو گدھے کے گوشت کی حلت پر اور اس کے جوٹھے پانی کی طہارت پر دلالت کرتی ہے اور دوسری حدیث اس کی حرمت پر اور لازمی طور پر اس کے جوٹھے کے نجس ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ لعاب بھی گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں احادیث باہم متعارض ہیں، جب ہم آثار صحابہ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ (جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی شامل ہیں) نے پالتو گدھوں کے گوشت کی حلت اور اس کے جوٹھے کی طہارت کو اختیار کیا ہے۔ اور بعض صحابہ (جن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل ہیں) نے اس کے حرام ہونے اور اس کے جوٹھے کے ناپاک ہونے کو اختیار کیا ہے۔ جب آثار صحابہ بھی باہم متعارض ہیں تو پھر اصل پر حکم لگایا جائے گا اور "ابقاء ما کان علی ما کان" کے قاعدے پر عمل کیا جائے گا۔[37] یعنی ان دلائل سے پہلے جو حکم تھا اسی پر عمل کیا جائے گا۔

لہٰذا پالتو گدھے کا جوٹھا پانی بھی اپنی اصلی حالت پر باقی رہے گا اور اس پانی سے وضو کرنے والا بھی اپنی اصلی حالت پر قائم رہے گا۔ یعنی پانی پاک ہو گا کیونکہ وہ یقینی طور پر پہلے پاک ہی تھا۔ لہٰذا شک کی وجہ سے اس کی یقینی طہارت زائل نہیں ہو گی۔ اور متوضی (وضو کرنے والا) بھی چونکہ اصل میں محدث (بے وضو) تھا، لہٰذا وہ بھی اپنی اصلی حالت پر قائم (بے وضو ہی) رہے گا۔ اور اس کا حدث جو یقینی تھا وہ محض مشکوک پانی سے زائل نہیں ہو گا۔ اسی لیے فقہاء نے کہا ہے کہ ایسے پانی سے وضو کرنے والا وضو کے بعد تیمم بھی کرے تاکہ حدث کا رفع ہونا اور نماز کا صحیح ہونا مؤکد ہو جائے۔

محدثین کا مذہب

جمہور فقہاء کی طرح محدثین نے بھی اجتہاد سے کام لیتے ہوئے رفع تعارض کے حکم کو بیان کیا ہے۔ اس مذہب میں مالکی، شافعی اور حنبلی مسالک میں سے بعض محدثین اور اصولیین مثلاً: ابن حجر عسقلانی، امام غزالی، ابن قدامہ، شیرازی، ابن نجار الفتوحی، امام شاطبی اور امام الباجی مالکی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے نزدیک اگر دو دلائل میں تعارض واقع ہو جائے تو سب سے پہلے متعارض دلائل کو جمع کیا جائے گا۔ جمع کرنا ممکن نہ ہو تو پھر تاریخ معلوم کر کے نسخ کیا جائے گا۔ تاریخ معلوم نہ ہونے کی صورت میں ترجیح دی جائے گی۔ اگر ترجیح دینا بھی ممکن نہ ہو تو پھر توقف کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس بارے میں کوئی اور دلیل مل جائے۔ جیسا کہ ابن حجر لکھتے ہیں:

"فصار ما ظاهره التعارض واقعاً على هذا الترتيب: الجَمْعُ إن أمكن. فاعتبار الناسخ والمنسوخ فالترجيح إنْ تَعَيّن. ثم التوقف عن العمل بأَحَدِ الحديثين."[38] یعنی دلائل میں واقع ہونے والے ظاہری

تعارض کو اس ترتیب پر رفع کیا جائے گا: سب سے پہلے جمع ہے اگر ممکن ہو، پھر ناسخ و منسوخ کا اعتبار کیا جائے گا، پھر ترجیح دی جائے گی اگر کوئی وجہ ترجیح متعین ہو جائے۔ پھر دونوں حدیثوں میں سے کسی ایک پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے گا۔

امام غزالیؒ بھی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان عجزنا عن الجمع وعن معرفة المتقدم والمتأخر، رجحنا واخذنا بالأقوى"[39] اگر ہم (اولاً متعارض دلائل کو) جمع نہ کر سکیں اور پھر متقدم و متأخر کی معرفت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے نسخ بھی نہ کر سکیں، تو پھر ہم ترجیح دیں گے اور قوی دلیل پر عمل کریں گے۔

جیسا کہ امام شیرازی لکھتے ہیں:

"إذا تعارض خبران،فننظر فيهما،فإن أمكن الجمع بينهما وترتيب أحدهما على الآخر وجب الجمع،وإن لم يمكن الجمع بينهما وأمكن نسخ أحدهما بالآخر وجب النسخ،وإن لم يمكن ذلك وجب الرجوع إلى وجه من وجوه الترجيح"[40]

ترجمہ: جب دو احادیث کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو اس میں غور فکر کیا جائے گا، اگر ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو اور ایک کو دوسری کے ساتھ ترتیب دینا ممکن ہو تو دونوں کو جمع کرنا واجب ہو گا۔ اور اگر جمع کرنا ممکن نہ ہو، لیکن ایک حدیث کے ذریعے دوسری کو منسوخ کرنا ممکن ہو تو نسخ واجب ہو گا۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو وجوہ ترجیح میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

مذکورہ اقوال کی روشنی میں جمہور محدثین کے نزدیک متعارض دلائل سے رفع تعارض کے اصول اور منہج کی درج ذیل ترتیب ہو گی:

1 جمع وتوفیق: سب سے پہلے دونوں متعارض دلائل کو جمع کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔
2 نسخ: اگر جمع کرنا ممکن نہ ہو تو تاریخ معلوم ہونے پر متأخر دلیل ناسخ اور متقدم دلیل منسوخ ہو جائے گی۔
3 ترجیح: اگر تاریخ بھی معلوم نہ ہو سکے تو قوی دلیل کو ترجیح دی جائے گی اور راجح دلیل پر عمل کیا جائے گا۔
4 توقف: اور اگر یہ سب کچھ مشکل ہو جائے تو پھر توقف کیا جائے گا اور متعارض دلائل کے ساقط ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

دلائل کے درمیان رفع تعارض کے لیے علماء کے یہ مشہور مناہج ہیں، ان کے علاوہ اور بھی مناہج موجود ہیں لیکن وہ غیر مشہور ہیں اب ان مذاہب کے دلائل اور ان کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا اور آخر میں راجح ترین قول اور رائے کو پیش کیا جائے گا۔

تینوں مذاہب کے دلائل کا تقابلی جائزہ

سب سے پہلے تینوں مذاہب کے دلائل ذکر کیے جائیں گے اس کے بعد ان دلائل کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا۔

جمہور علماء کے دلائل:

جمہور علماء نے رفع تعارض میں اپنے اپنے وضع کردہ مناہج کو اختیار کرنے میں جن دلائل سے استدلال کیا ہے، ان میں سے اہم دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلی دلیل: دو متعارض دلیلیں ایسی دلیلیں ہوتی ہیں جن کو جمع کرنا اور ایک دلیل کی دوسری دلیل پر بناء رکھنا ممکن ہوتا ہے، لہذا جمع و توفیق واجب ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ہے: "فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ"[41] تو اس روز کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔ یہ آیت متعارض ہے دوسری اس آیت کے ساتھ: "فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ"[42] پس آپ کے رب کی قسم! ہم پوچھیں گے ان سب سے۔

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "ان سے ایک مقام پر سوال کیا جائے گا اور دوسرے مقام پر سوال نہیں کیا جائے گا"[43] لہذا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ان دونوں آیات کے درمیان تعارض کے وجود کو محسوس کیا ہے اور دونوں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور جمع و توفیق کو مقدم کیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ جمع و توفیق کو دوسرے اصولوں پر مقدم کیا جائے گا۔

دوسری دلیل: ادلۂ شرعیہ کے درمیان جمع و توفیق ایک ایسا اصول ہے جو ان کو نقص اور عیب سے پاک کرتا ہے، کیونکہ دو متعارض دلائل جمع کے اصول کے ذریعے ہی ایک دوسرے کے موافق ہو سکتے ہیں اور دونوں پر عمل ممکن ہو سکتا ہے۔ بخلاف ترجیح کے، کیونکہ ترجیح سے دونوں فوائد بیک وقت حاصل نہیں ہو سکتے۔ یہی حکم نسخ اور تخییر کا ہے۔ جبکہ تساقط دلیلین سے دونوں دلیلوں کا ترک لازم آتا ہے۔

تیسری دلیل: اللہ تعالیٰ جو شارع اور حکیم ہے اس نے ادلۂ شرعیہ کو اس لیے بنایا ہے تاکہ ان سے احکام کو مستنبط کیا جا سکے۔ لہذا اس حوالے سے اصل چیز اعمال ہے نہ کہ اہمال۔ یعنی دلائل کو عمل میں لایا جائے نہ کہ ان کو مہمل چھوڑ دیا جائے اور یہ جمع و توفیق کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے، نہ کہ ترجیح، نسخ، تخییر اور تساقط کے ذریعے۔[44]

جمہور علماء کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

مذکورہ بالا دلائل میں سے کچھ دلائل ایسے ہیں جن پر اعتراضات اور تنقید کی جا سکتی ہے، بلکہ ان کو باطل اور رد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اب ان دلائل کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے:

اول: دوسری دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات مسلّم ہی نہیں کہ ادلۂ شرعیہ کا نقص سے پاک اور منزہ ہونا صرف جمع و توفیق پر ہی منحصر ہے۔ اسی طرح یہ بھی قابل تسلیم نہیں کہ ترجیح سے نقص پیدا ہوتا ہے، کیونکہ صحابہ کرامؓ نے التقائے ختنین سے غسل کے فرض ہو جانے کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت کو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت پر ترجیح دی ہے۔ اسی

طرح نسخ سے بھی کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نسخ تو قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ اسی طرح تخییر بھی نقص کا باعث نہیں بن سکتی کیونکہ واجب مخیر (یعنی وہ احکام جن میں اختیار دیا گیا ہے) بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔

دوم: تیسری دلیل کا یہ جواب ہے کہ اگر ان علماء کی مراد یہ ہے کہ دونوں دلیلوں کو عامل بنانا ترجیح دینے سے افضل ہے مرجّح کی موجودگی میں، تو یہ بات غیر مسلم ہے۔ اور اگر ان مراد یہ ہے کہ اعمال افضل ہے ترجیح سے مرجِّح کی عدم موجودگی کے وقت تو یہ بات قابل تسلیم ہے۔ لیکن اس بات سے تو انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا کیونکہ یہ بات محل نزاع ہی نہیں ہے۔

احناف کے دلائل: فقہائے حنفیہ اس بارے میں زیادہ زور دیتے ہیں کہ ترجیح کو جمع وتوفیق پر مقدم کیا جائے گا۔ ان کے دلائل میں سے اہم دلائل یہ ہیں:

پہلی دلیل: تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ تعارض کے وقت راجح کو مرجوح پر مقدم کیا جائے گا۔ مرجوح کو راجح پر ترجیح دینا یا مرجوح اور راجح دونوں کو مساوی رکھنا ممتنع ہے۔

دوسری دلیل: اس بات پر اجماع کے منعقد ہونے کا کسی ایک نے بھی ذکر نہیں کیا کہ جمع وتوفیق کو ترجیح پر مقدم کیا جائے گا۔[45]

تیسری دلیل: صحابہ کرامؓ کو جب دو حدیثوں کے درمیان اشکال پیدا ہوتا تو وہ ترجیح کی جانب ہی رجوع کیا کرتے تھے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے التقائے ختنین کے وقت غسل کے واجب ہو جانے کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث: "إذا التقى الختانان فقد وجب الغسل"[46]، کو حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث: "إنما الماء من الماء"[47] پر ترجیح دی ہے۔

احناف کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

1 جمہور علماء کی جانب سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ راجح اور مرجوح دلائل میں غور وفکر تب کیا جاتا ہے جب جمع وتوفیق ممکن نہ ہو، کیونکہ تعارض کو رفع کرنے کے لیے ترجیح دینے سے دونوں دلائل میں سے ایک دلیل پر عمل ساقط ہو جاتا ہے۔ جبکہ جمع وتوفیق کے بعد تو دلائل ایک دوسرے کے موافق ہو جاتے ہیں جس سے دونوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ لہذا ترجیح کی بالکل ضرورت نہیں رہتی۔

2 دوسری دلیل کے بارے میں اس طرح جواب دینا ممکن ہے کہ اگر اس اجماع سے ان کی مراد امت کا اجماع ہے تو اس کا منعقد ہونا ناممکن ہے اور اگر ان کی مراد علمائے حنفیہ کا اجماع ہے تو وہ غیر حنفیہ کے لیے حجت نہیں بن سکتا اور نہ ہی ان پر لاگو کیا جا سکتا ہے۔

3 جمہور علماء کی جانب سے تیسری دلیل پر بھی تنقید کی گئی ہے کہ جس دلیل سے احناف نے استدلال کیا ہے بے شک وہ ترجیح پر عمل کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور یہ بات مسلم بھی ہے، کیونکہ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ محل نزاع بھی نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف اور نزاع اس بات میں ہو رہا ہے کہ جمع کو ترجیح پر مقدم کیا جائے یا ترجیح کو جمع پر؟ جبکہ یہ دلیل ان

کے اس مدعا کو ثابت نہیں کر رہی۔ لہذا جب جمع کرنا مشکل ہو تو ترجیح کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ دونوں حدیثوں کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔

محدثین کے دلائل

محدثین کے نزدیک بھی جمع و توفیق کو ترجیح پر مقدم کیا جائے گا، ان کے دلائل بھی وہی ہیں جن سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے، لہذا جمہور علماء کے مذہب اور محدثین کے مذہب کے درمیان کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے سوائے اس کے کہ محدثین کہتے ہیں کہ اگر دلائل کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو پھر تاریخ میں غور و فکر کیا جائے گا اور متاخر کی وجہ سے متقدم منسوخ ہو جائے گی۔ لہذا جمہور علماء کے برعکس محدثین نسخ کو ترجیح پر مقدم کرتے ہیں۔[48]

راجح ترین قول

مذکورہ تینوں مذاہب کے دلائل کا موازنہ اور ان کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ راجح ترین مذہب، علمائے حنفیہ کا مذہب ہے، جس میں نسخ کو ترجیح پر مقدم کیا گیا ہے اور ترجیح کو جمع پر اور پھر جمع کو سقوط پر۔ اگرچہ تینوں مذاہب کے علماء نے اپنے اپنے موقف کی تائید میں قوی دلائل دیے ہیں اور وہ اپنے موقف میں برحق ہیں۔ ان تمام دلائل کے باوجود راجح قول یہی ہے کہ نسخ کو ہی مقدم ہونا چاہیے کیونکہ نسخ شارع کا عمل ہے، اور شارع کی جانب سے نص کے ذریعے ہی نسخ کا پتا چلتا ہے کہ یہ حکم فلاں حکم کے لیے ناسخ ہے۔ یا کوئی ایسی ظاہری دلالت پائی جاتی ہے جو شارع کی نص کے قائم مقام ہوتی ہے۔ ورنہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے شرعی نصوص میں نسخ کی بات کر سکے۔ جبکہ ترجیح دینا اور جمع کرنا یہ مجتہد کا عمل ہے۔ لہذا شارع کے عمل کو مجتہد کے عمل پر فوقیت حاصل ہو گی۔

اور عقل بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ نسخ کو ہی مقدم ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر ایک دلیل جس کو شارع نے منسوخ کر دیا ہے اس کو دوسری دلیل کے ساتھ جمع کر کے دونوں پر عمل کیا جائے تو اس طرح سے منسوخ دلیل پر بھی عمل ہو جائے گا جو کہ درست نہیں ہے۔

نسخ کے بعد ترجیح کا درجہ آتا ہے اسی طرح ترجیح کو بھی جمع و توفیق پر مقدم ہونا چاہیے۔ اگرچہ جمع کرنے سے دونوں دلیلوں پر عمل ہو جاتا ہے اور ترجیح سے صرف ایک دلیل پر ہی عمل ہو سکتا ہے، لیکن اگر ایک دلیل میں ترجیح کی وجوہات میں سے کوئی وجہ یا فضیلت پائی جاتی ہو اور وہ راجح ہوتی ہو اور دوسری دلیل مرجوح ہوتی ہو تو ترجیح کے عمل سے پہلے ہی محض جمع و توفیق کے ذریعے مرجوح پر عمل کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ لہذا پہلے راجح کو مرجوح پر مقدم کرنا ہی معقول ہے۔ ہاں اگر ترجیح نہ دی جا سکتی ہو تو پھر دونوں دلیلوں کو جمع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

حاصل بحث

رفع تعارض میں مذاہب ثلاثہ کے اصول اور مناہج ذکر کرنے اور ان کے دلائل کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل چند امور واضح ہوتے ہیں:

1 رفع تعارض میں احناف کا پہلا اصول نسخ ہے لہذا وہ نسخ کو باقی تمام اصولوں پر مقدم کرتے ہیں۔ جبکہ جمہور علماء اور محدثین جمع کو مقدم کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک دونوں دلیلوں پر عمل کرنا، کسی ایک دلیل پر عمل کرنے اور دوسری کو ترک کر دینے سے بہتر ہے۔

2 نسخ کو ترجیح پر مقدم کرنے میں احناف کے مذہب اور محدثین کے مذہب کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ جبکہ جمہور علماء ترجیح کو نسخ پر مقدم کرتے ہیں۔ نسخ اور ترجیح دونوں میں صرف ایک دلیل پر ہی عمل ہوتا ہے دوسری دلیل پر نہیں۔ کیونکہ نسخ کی صورت میں ناسخ پر عمل کیا جاتا ہے اور منسوخ کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ اور ترجیح کی صورت میں راجح پر عمل کیا جاتا ہے اور مرجوح کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ مگر نسخ ایک ایسا عمل ہے جو شارع اور حکیم ذات سے صادر ہوتا ہے۔ جبکہ ترجیح دینا مجتہد کا عمل ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شارع کے عمل کو مقدم کرنا واجب ہے۔ کیونکہ شارع کا عمل مجتہد کے عمل سے اولیٰ ہوتا ہے۔ لہذا نسخ کو ترجیح پر مقدم کرنا ہی بہتر ہے۔

3 جب نسخ شارع کی جانب سے نص کے ذریعے ثابت ہو جائے تو بلا شبہ اس کو باقی تمام اصولوں پر مقدم کیا جائے گا۔ جمہور علماء جب جمع کو نسخ پر مقدم کرتے ہیں تو اس وقت نسخ سے ان کی مراد وہ نسخ ہوتا ہے جو احتمالی طریقے سے ثابت ہو یا تاریخ سے ثابت ہو، نہ کہ جو نص سے ثابت ہو۔

4 جب بالترتیب نسخ، ترجیح اور جمع میں سے کوئی عمل ممکن نہ رہے تو پھر توقف اور سقوطِ دلیلین کا حکم لگایا جائے گا۔ یعنی پہلی دونوں دلیلیں ساقط ہو جائیں گی اور تیسری دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا جو پہلی دونوں دلیلوں سے کم درجہ کی ہو اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔ یعنی اگر دو آیات متعارض آ جائیں تو دونوں ساقط ہو جائیں گی اور سنت پر عمل کیا جائے گا۔ اور اگر دو سنتیں متعارض آ جائیں تو پھر قیاس یا قول صحابی پر عمل کیا جائے گا۔ اور اگر دو قیاس متعارض آ جائیں تو پھر وہ ساقط نہیں ہوں گے بلکہ جمہور علماء کے نزدیک مجتہد کو اختیار ہو گا کہ وہ بغیر تحری کیے کسی بھی ایک قیاس پر عمل کر لے۔ جبکہ احناف کے نزدیک مجتہد پہلے تحری کرے گا اور پھر کسی ایک قیاس کو اختیار کرے گا۔

5 اگر آیات کے درمیان یا احادیث کے درمیان تعارض واقع ہو لیکن کوئی ادنیٰ دلیل نہ ملے یا مل تو جائے لیکن وہ بھی متعارض ہو تو پھر برأت اصلیہ کا حکم لگایا جائے گا اور اصل پر عمل کیا جائے گا۔ یعنی ان دلائل کے وارد ہونے سے پہلے اس چیز کا جو حکم تھا اسی پر عمل کیا جائے گا۔

حواشی وحوالہ جات

[1] النساء:82/4

[2] ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الإفریقی المصری،لسان العرب، بیروت:دار صادر، ص165/7

[3] بخاری،علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاري،کشف الأسرار عن أصول الإمام فخر الإسلام البزدوي، بیروت، لبنان،دار الکتب العلمیة،1997م، ص120/3

[4] صدر الشریعه،عبید الله بن مسعود بن محمود بن أحمد المحبوبی،الإمام،التوضیح شرح لمتن التنقیح، بیروت، لبنان،شرکة دار الأرقم بن أبی الأرقم،ص226/2

[5] شوکانی، محمد بن علی بن محمد،إرشاد الفحول إلي تحقیق الحق من علم الأصول،دار الکتاب العربی 1419ھ،ص276

[6] بیضاوی،ناصر الدین ابو سعید عبد الله بن عمر،منہاج الوصول للبیضاوي،دار الفکر ،بیروت،ص69

[7] ابن حزم،علی بن أحمد بن حزم الأندلسی،الأحکام لابن حزم،دار الحدیث،القاهرة،1404ھ،ص22/2

[8] حلی، شمس الدین محمد بن أحمد المحلی،شرح جمع الجوامع لإبن السبکي،1404ھ،ص 360/2

[9] حفناوی،محمدابراهیم محمد،التعارض والترجیح عند الأصولیین،دار الوفاء،بیروت،1987ء، ص64۔65

[10] سبکی،شیخ الإسلام علی بن عبد الکافی السبکی،الإبهاج فی شرح المنهاج،دار الفکر العلمیه،بیروت 1404ھ،ص142/3۔14

[11] مسلم،ابو الحسین،مسلم بن الحجاج القشیری،الصحیح لمسلم،باب الإستطابة،ص259/1

[12] ایضاً:ص261/1،حدیث634

[13] الانعام:145/6

[14] البخاری،محمد بن اسماعیل بن ابراهیم،صحیح بخاری، باب اکل کل ذی ناب من السباع،ص124/7 حدیث5530

[15] أصول الأحکام،ص363

[16] قرافی،شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی،شرح تنقیح الفصول،ص312/وقرطبی،ابو عبد الله محمد بن احمد، تفسیر القرطبي،دار الکتب المصریه،قاهره،ص115/7

[17] ترمذی، محمد بن عیسیٰ،ابو عیسیٰ الترمذی،سنن ترمذی،باب ما جاء فی الرخصة، ص203/3، ح845

[18] البخاری،صحیح بخاری،ص181/5،حدیث4258

[19] البقرة:240/2

[20] البقرة:234/2

[21] سہالوی،محمد بن نظام الدین محمد السہالوی، فواتح الرحموت مع مسلم الثبوت،ص209/2/و آمدی،علی بن محمد الآمدی، الإحکام للآمدي، ص147/3

[22] صدر الشریعه،عبید الله بن مسعود البخاری،التوضیح لمتن التنقیح،ص104/2

[23] ابن همام،محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود السیواسی،کمال الدین،التقریر والتحبیر

على التحرير،دارالكتب العلميه،بيروت،ص3/3

24 المزمل:20/73

25 الأعراف:204/7

26 ابن ماجه،حافظ أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني،سنن ابن ماجة،كتاب اقامة الصلاة،دار إحياء الكتب العربيه،بيروت، 1372ھ،ص277/1،حديث850

27 أبو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني،السنن لإبي داؤد، باب من يركع ركعتين، ص176، من طريق حماد بن سلمة /والنسائي،السنن للنسائي،باب القول في السجود في صلاة الكسوف،ص222

28 البخارى،صحيح البخاري،باب صلاة الكسوف فى المسجد،دار الشعب،القاهره،1407ھ، ص47/2، حديث1055

29 البخارى،صحيح البخاري، كتاب صفة الصلاة، باب رفع اليدين إذا كبر وإذا رفع، ص258/1، حديث 703 /ومسلم صحيح مسلم، كتاب الصلاة،باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام،ص293/1، حديث391

30 أبو داؤد،سنن ابى داؤد،باب من لم يذكر الرفع عند الركوع،ص273/1،حديث750/وبيهقى، ابوبكر احمد بن الحسين،السنن الكبرى،كتاب الصلاة،باب ملم لم يذكر الرفع إلا عند الافتتاح ص79/2،ح 2365

31 ابو داؤد،سنن ابى داؤد،باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، ص272/1،حديث748 / وترمذى،جامع ترمذى،كتاب الصلاة: باب أن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لم يرفع إلا مرة، ص40/2، حديث257

32 سرخسى،ابو بكر محمد بن احمد بن ابى سهل السرخسى،أصول السرخسى،حققه ابو الوفاء الأفغانى،دارالمعرفه،بيروت، 1372ھ،ص2/ 13ـ 14

33 ترمذى،ابو عيسىٰ،محمد بن عيسى، سنن الترمذى، دار الاحياء التراث العربى، بيروت، ص 149/5، حديث 3127

34 نسفى،عبد الله بن أحمد المعروف حافظ الدين النسفى،كشف الأسرار،دار الكتب العلميه، بيروت، 1997ء، ص 52/2

35 ابو داؤد،سليمان بن الاشعث السجستانى الازدى،سنن ابى داؤد، كتاب الأطعمه،دار الكتاب العربى ، بيروت، ص2/ 321،حديث3811

36 امام مسلم،الجامع الصحيح ،باب تحريم اكل لحم الحمر الانسية، ص171/2، حديث5133

37 صدر الشريعه، عبيد الله بن مسعود بن محمود بن أحمد المحبوبى، الإمام،شرح التلويح على التوضيح، دارالفكر بيروت،ص2/ 104ـ 105

38 ابن حجر ،عسقلانى،أحمد بن على بن محمد بن حجر،نزهة النظر فى توضيح نخبة الفكر،مطبعةسفير رياض، 1422ھ، ص36

39 غزالى،امام،ابو حامد محمد بن محمد، المستصفى فى علم الأصول،مؤسسة الرساله، بيروت، 1997ء،

ص476/2

[40] شیرازی،ابواسحاق ابراهیم بن علی الشیرازی،اللمع فی أصول الفقه،دارالکتب العلمیه،بیروت، 1405ھ،ص391/2

[41] الرحمن:39/55

[42] الحجر:92/15

[43] ابن کثیر،اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی،تفسیر القرآن العظیم،دار السلام للنشروالتوزیع ریاض، 1419ھ،1999ء،ص474/7

[44] برزنجی،عبداللطیف عبدالله عزیز البرزنجی،التعارض والترجیح بین الأدلة الشرعیة،دار الکتب العلمیه بیروت،1417ھ، ص169/1

[45] سہالوی،محمد بن نظام الدین محمد السہالوی،فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت،دار الکتب العلمیه، بیروت،1423ھ، ص195/2

[46] ابن ماجه،حافظ ابو عبد الله محمد بن یزید القزوینی،سنن ابن ماجة، کتاب الطہارة، باب ماجاء فی وجوب الغسل،دار إحیاء الکتب العربیه،بیروت،1372ھ،ص383/1،حدیث608

[47] امام مسلم،الجامع الصحیح، باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانین،ص186/1، حدیث809

[48] برزنجی،التعارض والترجیح بین الأدلة،دار الکتب العلمیه،بیروت،ص184/1